جاوید چودھری

''میں انسان ہونے پر شرمندہ ہوں''

کابل کا چڑیا گھر ظاہر شاہ کے دور میں قائم ہوا، شاہ کو جانوروں سے خصوصی محبت تھی۔ لہٰذا انہوں نے اس چڑیا گھر کیلئے خاص انتظامات کئے، دنیا بھر سے جانوروں کی نایاب نسلیں درآمد کی گئیں، ان جانوروں کیلئے قدرتی ماحول کا بندوبست کیا گیا۔ چڑیا گھر کے احاطے میں وہی آبشاریں، وہی ندیاں، وہی غار، وہی بھٹ، وہی درخت اور وہی چھتر چھاؤں لگائی گئی جس کے وہ جانور، وہ پرندے عادی تھے۔ جانوروں کی خوراک، پانی اور ہوا کا بھی خصوصی انتظام تھا۔ ڈاکٹر کی ہدایات کے مطابق خوراک کا مینو بنایا جاتا تھا، جانوروں کے لنچ اور ڈنر کا ٹائم ٹیبل ترتیب دیا جاتا تھا، ہر کارے چارٹ کے مطابق ناپ تول کر جانوروں کو گوشت اور چارہ کھلاتے تھے، ہفتے میں دو بار جانوروں کا طبی معائنہ ہوتا تھا، خود شاہ مہینے میں دو تین بار چڑیا گھر کا دورہ فرماتے تھے۔

ظاہر شاہ کے بعد سردار داؤد کا دور آیا تو چڑیا گھر اور اس کے جانور شاہی التفات سے محروم ہو گئے، تاہم ان کی نگہداشت کا سلسلہ جاری رہا۔ روسی آئے تو وہ بھی کسی نہ کسی حد تک جانوروں کا خیال رکھتے رہے، انہیں خوراک، چارہ اور دوائیں پہنچائی جاتی رہیں۔ روسی افواج واپس گئیں تو افغانستان میں خانہ جنگی شروع ہو گئی۔ یہ دور بہت کٹھن تھا جب انسان ہی انسان کا دشمن ہو تو جانوروں کی کون پروا کرے گا؟ لہٰذا چڑیا گھر کے جانور خوراک، صحت اور تحفظ سے محروم ہونے لگے۔ خانہ جنگی کے بعد طالبان کا دور آیا۔ طالبان تفریحی سرگرمیوں کے خلاف تھے۔ چنانچہ اس دور میں بھی ان جانوروں کو ظاہر شاہ کے عہد جیسی محبت اور نگہداشت نہ مل سکی۔ نومبر/ دسمبر ۲۰۰۱ء میں طالبان رخصت ہو گئے۔ کابل دنیا بھر کے این جی اوز، ٹیلی ویژن کیمروں اور چیریٹی آرگنائزیشنز کیلئے کھل گیا۔ لوگ برطانیہ، جرمنی، اٹلی اور امریکہ سے آئے، شہر میں پھرتے پھراتے چڑیا گھر جا پہنچے، جانوروں کی حالت زار دیکھی تو ان کی آنکھوں میں آنسو آ گئے، شیر کی آنکھ پھوٹ چکی تھی، چیتے کی ناک غائب تھی، بارہ سنگا صرف دو سینگ اٹھا کر پھر رہا تھا، بن مانس، ریچھ، زرافہ اور زیبرا بری طرح ''ڈی ہائیڈریشن'' کے شکار تھے، سب جانوروں کو بال جھڑ، خارش اور پیچش کی بیماریاں لاحق تھیں، پنجرے ٹوٹ چکے تھے، آبشاریں اور ندیاں سوکھ چکی تھیں، یہ سب کچھ دیکھ کر یورپ کا انسانی ضمیر چیخ اٹھا۔ برطانیہ میں ایک لہر آئی، ایک این جی او نے ان مظلوم جانوروں کیلئے تین کروڑ پاؤنڈ جمع کئے اور کابل کے جانوروں کی بحالی شروع ہو گئی۔ تازہ ترین صورت حال یہ ہے کہ شیر کی آنکھوں کا علاج ہو رہا ہے، چیتے کی ناک کی پلاسٹک سرجری ہو رہی ہے، ریچھ، زرافے اور زیبرے کو ڈرپیں لگائی جا رہی ہیں، نئے

پنجرے بن رہے ہیں، آبشاریں اور ندیاں چلائی جارہی ہیں، کیاریاں مرتب ہورہی ہیں، پھول لگ رہے ہیں اور درختوں کو ''وٹامنز'' پلائی جارہی ہے۔ اہل مغرب جس شفقت، جس محبت اور جس محنت سے اس چڑیا گھر کی تعمیرنو میں مصروف ہیں محسوس ہوتا ہے، ایک دو ماہ بعد ان حرماں نصیب جانوروں کا مقدر ہی بدل جائے گا۔

میں یورپ اور امریکہ کی اس ''جانوردوستی'' کی داد دیتا ہوں۔ واقعی یہی لوگ ہیں جو انسان کہلانے کے اصل حق دار ہیں، اگر یہ لوگ نہ ہوتے، اگر یہ لوگ ''بروقت'' افغانستان نہ پہنچتے تو یہ جانور گھٹ گھٹ کر مرجاتے، ان لوگوں نے واقعی ان مظلوم جانوروں کو طالبان جیسے ''جنگلیوں''، ''جاہلوں'' اور ''اُجڈ'' لوگوں سے بچالیا لیکن نہ جانے کیوں اس جانوردوستی کی داد دیتے دیتے دیکھتی آنکھیں اور سوچتے دماغ کیوبا کی طرف کیوں متوجہ ہوجاتے ہیں؟ انسان ''کونٹانا موبے'' کے امریکی اڈے کی طرف کیوں دیکھنے لگتا ہے؟ اس امریکی اڈے کی طرف جو اس وقت انسانی چڑیا گھر بن چکا ہے، وہ ''کونٹانا موبے'' جہاں اس وقت القاعدہ اور طالبان کے ۱۴۴ ارکان بند ہیں، انسانی چڑیا گھر کے یہ جانور کھلے آسمان تلے پنجروں میں اکڑوں بیٹھے ہیں، ان جانوروں کو ٹانگ تک سیدھی کرنے کی اجازت نہیں، ان کے ہاتھوں پر ہتھکڑیاں اور پاؤں میں بیڑیاں ہیں، ان جانوروں پر تاریخ انسانی کا انتہائی خوفناک تشدد کیا جارہا ہے، انہیں انسانی حواس سے لاتعلق کیا جارہا ہے، ان کے ہاتھوں پر انتہائی موٹے دستانے پہنا دیئے گئے ہیں تاکہ یہ چھوکر محسوس نہ کرسکیں، ان کے کانوں میں روئی دے دی گئی ہے، آنکھوں پر پٹی باندھ کر عینک چڑھا دی گئی ہے، ان کے چہرے نقابوں میں چھپا دیئے گئے ہیں تاکہ یہ سن نہ سکیں اور اپنے ہی پسینے کا ذائقہ نہ چکھ سکیں، یہ لوگ دو ہفتوں سے خاموشی کے ایک ایسے اندھے غار میں پڑے ہیں، جہاں انہیں اپنے آپ کو محسوس کرنے کیلئے بھی تخیل کا سہارا لینا پڑتا ہے۔ ظاہر شاہ کا دور ہو، داؤد کا، ببرک کارمل، نجیب اللہ، برہان الدین ربانی یا پھر ملا عمر کا کسی عہد، کسی دور میں کابل کے جانوروں کے ساتھ ایسا سلوک نہیں ہوا جس کا آج ''کونٹانا موبے'' کے یہ ''جانور'' شکار ہیں۔ کسی نے زیبرے کو دستانے نہیں پہنائے، کسی نے چیتے کی آنکھوں پر پٹی نہیں باندھی اور کسی نے لومڑ کو نقاب نہیں چڑھایا لیکن یہ کیسے لوگ، کیسے انسان ہیں؟ جو انسانوں کے ساتھ ایسا شرمناک سلوک کررہے ہیں اور دنیا میں پھر بھی خاموشی ہے۔

یہ دوغلا پن، یہ کیسی منافقت ہے؟ ایک طرف جانوروں کی زنجیریں کھولی جارہی ہیں لیکن دوسری طرف انسانوں کو ہتھکڑیاں اور بیڑیاں پہنائی جارہی ہیں۔ ایک طرف چیتے کو مصنوعی ناک لگائی جارہی ہے، شیر کی آنکھ کا علاج ہورہا ہے اور دوسری طرف انسانوں کو ان کے حواس خمسہ سے لاتعلق کیا جارہا ہے۔ ایک طرف جانوروں کو انسانوں سے بڑھ کر اہمیت دی جارہی ہے اور دوسری انسانوں کو جنگی قیدیوں کا سٹیٹس تک نہیں دیا جارہا ہے۔

اے میرے پروردگار! میں آج انسان ہونے پر شرمندہ ہوں۔

(بشکریہ: روزنامہ ''جنگ'' ۲۵ رجنوری ۲۰۰۲ء)